Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 64-73
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

طب یونانی اور اسلامی طریقہ علاج: تجزیاتی مطالعہ

Greek Medicine and Islamic Therapeutic Approaches:
An Analytical Study

1. Muhammad Adnan Farooq adnanfarooqdanish@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Muhammad Asif dr.masif@iub.edu.pk	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur. RYK Campus.*

How to Cite: Muhammad Adnan Farooq and Dr. Muhammad Asif. 2025: "Greek Medicine and Islamic Therapeutic Approaches: An Analytical Study". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 64-73.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
09-05-2025	20-06-2025	30-06-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

طبِ یونانی اوراسلامی طریقہ علاج: تجزیاتی مطالعہ

Greek Medicine and Islamic Therapeutic Approaches:
An Analytical Study

1. **Muhammad Adnan Farooq**
PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
adnanfarooqdanish@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Asif**
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. RYK Campus.
dr.masif@iub.edu.pk

Abstract

This study explores the foundations, principles, and applications of Greek medicine and Islamic therapeutic approaches through an analytical lens. Greek medicine, rooted in the humoral theory of Hippocrates and Galen, laid the groundwork for many pre-modern medical systems, while Islamic medicine, influenced by Qur'ānic teachings, Prophetic traditions, and the works of scholars such as Ibn Sīnā and Al-Rāzī, integrated spiritual and empirical healing methods. The central research question guiding this study is: How do the theoretical frameworks and therapeutic methodologies of Greek medicine compare with those of Islamic medical tradition, and what can be derived from their synthesis for modern holistic healthcare? The methodology is qualitative and historical-analytical in nature, involving textual analysis of classical sources, translated manuscripts, and contemporary evaluations. Key similarities and divergences are identified in terms of diagnostic methods, treatment principles, and the role of spirituality in healing. The study finds that while Greek medicine emphasizes bodily balance through physical treatments, Islamic medicine integrates moral, spiritual, and physical dimensions. It is suggested that a contextual understanding of both systems can enrich current discussions on integrative and alternative medicine. The conclusion highlights the potential of Islamic therapeutic models, with their emphasis on ethical care and divine consciousness, to contribute meaningfully to modern wellness paradigms, particularly in Muslim societies.

Keywords: *Medicine, Greek, Islamic Medicine, Physical Health, Therapy.*

تمہید

طب قدیم روایتی طریقہ علاج جسے عوام کی زبان میں طب یونانی اور بعض حلقوں میں طب مشرق بھی کہتے ہیں۔ جہاں تک طب یونانی کا تعلق ہے، یہ طب یونان میں پیدا ہوئی اور اس کا ہر بنیادی نظریہ (ارکان، اخلاط، مزاج، طبیعت) یونانی اطباء کا پیش کردہ ہے۔ بقراط، ارسطو اور جالینوس اس کے جدّ امجد ہیں۔ لہٰذا اس نسبت سے یہ طب یونانی ہے اور اس طریقہ علاج کی بنیاد مشرقی طرز حیات، مشرقی آب و ہوا، مشرقی خورد و نوش اور مشرقی سرزمین کی پیدا کردہ ادویات پر ہے، لہٰذا اس نسبت سے یہ طب مشرق بھی ہے۔ چونکہ یونانی حکماء کے مقابلے میں مسلمان اطباء (ابو بکر رازی، عبد الرحمن بن اسحاق، بو علی سینا) کی خدمات بہت زیادہ ہیں، اس لیے اسے طب اسلامی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ طب یونانی و اسلامی وہ نظامِ طب ہے جس کے تصور اور تعمیر و تشکیل میں مختلف رنگ و نسل اور خطوں (یونان، عرب و عجم) کے اطباء نے حصہ لیا۔ اس طریقہ علاج میں امراض کی تشخیص، علاج طبعی ادویات اور پرہیز سے کیا جاتا ہے۔

It traditionally makes use of a variety of techniques including diet, herbal

treatments, manipulative therapies and surgery, unani-tibb is a complete system encompassing all aspects and all fields of medical care, from nutrition and hygien to psychiatric treatment.[1]

یہ ایک مکمل نظام طب ہے جس میں مناسب خوراک، دیسی جڑی بوٹیوں اور ورزش و پرہیز کے ساتھ ساتھ نفسیاتی علاج اور ضرورت پر سرجری سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ جس میں تمام پہلوؤں اور تمام شعبوں کو شامل کیا گیا ہے۔ طبی دیکھ بھال، غذائیت اور حفظان صحت سے لے کر نفسیاتی علاج تک۔

پروفیسر محمد ایوب صدیقی نے علم طلب کی نمایاں خدمات میں اور بعض شخصیات کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

طب یونانی کے بانی ارکان (1) بقراط (2) جالینوس (3) ابن زکریارازی (4) بو علی سینا کہ علم طب معدوم تھا، بقراط نے ایجاد کیا، علم مردہ تھا جالینوس نے اس کو زندہ کیا، علم متفرق تھا رازی نے جمع کیا اور علم ناقص تھا بو علی سینا نے اس کو مکمل کیا۔[2]

طب یونانی و اسلامی بلاشبہ رُوحانی، اخلاقی اور باطنی اقدار کے بے حد اہم ثقافتی مظاہر میں سے ایک ہے جس میں تجربہ و مشاہدہ، تجزیہ تحلیل کے اعمال، علم العلاج کے لیے جامع و مربوط نظام کی روشنی میں امراض کی تشخیص، اسباب و علاج کا ذکر کیا گیا ہے۔ مختلف ادوار میں اطباء نے طب کی مختلف جہتوں، مثلاً امراض کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ تشخیص و علاج، مختلف نظریات، قیاس و استدلال، علاج بالتدبیر، علاج بالغذاء اور علاج بالدواء کے بارے میں پر سیر بحث کی ہے۔[3]

طب یونانی اور اسلامی نظریہ صحت و مرض

طب یونانی و اسلامی کے بنیادی ستون امور طبعیہ ہیں جن کی تعداد سات ہے۔ ان کی ترتیب اور وجود انسان و حیوان کے لیے نہ صرف ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر وہ ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ طب اسلامی جسم نفس اور زندگی کا تعلق آفاق اور کائنات سے قائم کرتی ہے۔ گویا طب اسلامی کے فلسفہ کے مطابق انسان بھی کائنات اور آفاق کا جز ہے اور بیرونی ماحول میں پیدا ہونے والی تبدیلی گرمی، سردی، خشکی، تری انسانی زندگی، نفس اور روح کو متاثر کرتی ہیں۔ طب یونانی و اسلامی نے نظریہ صحت و مرض کو منظم و مدلّل صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ اس کی جامعیت اور اکملیت کا واضح ثبوت ہے۔

بقراط اور نظریہ صحت و مرض

ماہر طب بقراط (460-377 ق م) کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے طب کی تعویز گنڈے، قیاس و تجربہ، حیل اور سحر کے مختلف فیہ مسائل میں بھٹکتی ہوئی زندگی کو ایک مستقل فنی اسلوب عطاء کیا ہے۔ مرض کا تصور، صحت کی بحالی، امراض کا اصول علاج، علاج و معالجہ کا طریق کار ان تمام بنیادی اصولوں کے وضع کا سہرا بہر حال بقراط کے سر پر ہے۔ بقراط نے صحت کو قدرتی تحفہ اور مرض کو جسم کا ردعمل قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

In-Tibb-Unani as quoted by Hippocrates Health is a bile gift from nature, disease is the natural process and symptoms are the reaction of the body to the disease, Tabiyat (nature) is the supreme planner of our body which maintain total health inclusive of spiritual, social, emotional health in addition to the physical health.[4]

یونانی طب (طب یونانی) میں، جیسا کہ بقراط کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے، صحت کو فطرت کی طرف سے ایک عطیہ ربانی قرار دیا گیا ہے، جبکہ بیماری کو ایک قدرتی عمل سمجھا جاتا ہے۔ اس کی علامات جسم کی جانب سے اس بیماری کے

خلاف ردِ عمل کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ طبیعت کو انسانی جسم کی نگران اعلیٰ قوت مانا جاتا ہے جو نہ صرف جسمانی صحت، بلکہ روحانی، سماجی اور جذباتی صحت کو بھی برقرار رکھنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

بقراط ہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے نظریۂ اخلاط کی بنیاد رکھی اور یہ بتایا کہ جسم انسانی خون، بلغم، صفرا اور سودا چار خلطوں کے تناسب سے صحت مند رہتا ہے۔ ان کے اندر تبدیلی اور کیفیاتی خلل واقع ہونے سے مرض پیدا ہوتا ہے۔ طب یونانی میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

> Tibb Unani proclaims that primary fluids in human body are composed of four humors blood, phlegum, yellow bile and black bile, they are assigned with temperaments Phlegum-cold respective that is bood hot and moist and yellow bile-hot and dry and moist (black bile-cold and dry).[5]

یونانی طب کا نظریہ ہے کہ انسانی جسم کے بنیادی رطوبات چار اخلاط پر مشتمل ہوتی ہیں: خون، بلغم، صفرا (زرد)، اور سودا (سیاہ)۔ ان اخلاط کو مخصوص مزاجات کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے: بلغم کا مزاج سرد اور تر، خون کا مزاج گرم اور تر، صفرا کا مزاج گرم اور خشک، جبکہ سودا کا مزاج سرد اور خشک ہوتا ہے۔

اسی طرح ہزاروں سال قبل بقراط کے بتائے ہوئے حکیمانہ ملفوظات و نوادر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ نظریۂ اخلاط سامنے آتا ہے۔ صفرا کا خانہ مرارہ ہے اور اس کا مالک جگر میں ہے، خون کا گھر قلب ہے اور اس کا مالک سینے میں ہے، سودا کا گھر طحال ہے اور اس کا مالک قلب میں ہے، بلغم کا گھر معدہ ہے اور اس کا مالک سر میں ہے۔[6] تاہم مذکورہ اخلاط کمیت، کیفیت، تناسب میں تبدیلی عفونت اخلاط مرض پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

یونانی و اسلامی طب اور ذرائع تشخیص

طب قدیم اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس طریقہ تشخیص و علاج میں تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ساتھ قیاس و استدلال سے کام لیا جاتا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ یہ طریقہ تشخیص کے میدان میں معالج کو کسی معمل یا لیبارٹری (Laboratory) کا محتاج محض نہیں بناتا اور طبیب کو مریض کے براہ راست دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ طریقہ علاج اپنی دیگر افادی حیثیات کے علاوہ اس حیثیت سے بھی پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے نہایت مفید و ضروری ہے کہ یہ تشخیصی و عملی امتحانات (Laboratory Tests) کا غیر معمولی و غیر ضروری بوجھ نہیں ڈالتا۔ طب قدیم کا سارا زور اس امر پر صرف ہوتا ہے کہ طبیب کو دماغی صلاحیت کے اعتبار سے اس قدر بیدار ہونا چاہیے کہ وہ تشخیصی مسائل میں درست سمت میں غور و فکر کر سکے اور کم سے کم خارجی و بیرونی ذرائع کا محتاج رہے۔

طب یونانی و اسلامی کا ایک اہم شعبہ علم الکلیات (The Philosophy of the General Principles) ہے جو تجربہ و مشاہدہ، تعقل و ادراک اور استدلال و استنباط (Reasoning and Inference) کے لحاظ سے اتنا جامع اور کامل ہے کہ کسی لیبارٹری ٹیسٹ کی اشد ضرورت سوائے چند مخصوص حالات کے باقی نہیں رہتی۔ ایک کامل اور حاذق طبیب اپنی ذات واحد میں کم و بیش ایک معمل یا لیبارٹری کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ وہ خوردبینی و کیمیاوی ذرائع اور نہ مشینی ذرائع تشخیص کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ ذرائع اُسے میسر آجائیں تو ان سے مدد ضرور حاصل کر سکتا ہے اور ان پر تنقید و تنقیح کی نظر ڈالتا ہوا انہیں قبول یا رد کر سکتا ہے۔ یونانی طبیب ان پر کلیتاً انحصار نہیں کرتا کیونکہ اس کا ذہن منطقی اصول تنقید سے پوری طرح مسلح ہوتا ہے۔ علم الکلیات کی مدد سے اس کے ذہن میں غور و فکر اور قیاس و استدلال (Analogy and Reasoning) کی ایک ایسی قوت و بصیرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ پیچیدہ مخفی امراض کی تشخیص میں بڑی حد

تک کامیاب رہتا ہے۔ طب اسلامی کی اصطلاح میں اس قوت کو قوت حدس (Perceptive Faculty) کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جس سے معالج کی دماغی قوتوں میں اتنی جلا اور وشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ مریض اور مرض کے مالہ وماعلیہ کا مطالعہ کر کے صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ طبی بصیرت (Medical Insight) ماہر طبیب کا اہم خاصہ ہے اگر کسی معالج کے پاس جدید ذرائع تشخیص کے لیے صدہا ساز و سامان (متعدد مشینیں) موجود ہوں لیکن اُس کا دماغ طبی بصیرت سے محروم ہو تو ہم اُسے کوالیفائیڈ طبیب یا ڈاکٹر تو کہہ سکتے ہیں لیکن ایک معیاری یا بلند پایہ معالج نہیں کہہ سکتے کیونکہ علم التشخیص علم العلاج میکانزم سے کہیں بلند ہے۔

طب میں ایک معالج کو یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ وہ جس مریض کا معائنہ کر رہا ہے وہ طبیعی (Physical) بھی ہے، شعوری (Conscious) بھی اور خود شعوری (Self Conscious) بھی ہے۔ اس لیے مرض کی مکمل تشخیص کے لیے لیبارٹری کے توسط سے حاصل کردہ صرف عددی Numerical اور مقداری (Qunatitative) علامات کا علم ہو جانا ہی کافی نہیں۔ ایک انسان صرف مادی ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ مادہ، روح اور کیفیات و قویٰ کے متوازن امتزاج کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیمیاوی و خوردبینی ذرائع تشخیص سے حاصل شدہ اعداد و شمار خواہ کتنے ہی وسیع و جامع کیوں نہ ہوں، بسا اوقات ایسی صورتِ حال سامنے آتی ہے جہاں مرض کی نوعیت پوری طرح واضح نہیں ہوتی بلکہ واضح و مثبت نتائج سامنے ہوتے ہیں لیکن صحیح تشخیص سے قاصر رہتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رپورٹس کی ہر جہت امکانات مرض کے عمل کے خلاف منفی (Negative) علامات پیش کرتی ہے اور کسی بھی مرض کی نشان دہی نہیں کرتی لیکن مریض اپنی تکلیف کا اظہار بار بار کیے جاتا ہے جس سے طبیب اور مریض حیرت و استعجاب کا شکار ہو جاتے ہیں یہی وہ نازک صورتِ حال ہے جس میں طب یونانی و اسلامی متحرک ہوتی ہے اور جہاں معالج کو اپنے ذہنی وفکری قومی سے کام لینے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے اور قیاس واستدلال سے کام لینا ناگزیر ہوتا ہے۔ مطلب اسلامی معالج کی ذہنی وفکری صلاحیتیں حال دیکھنا چاہتی ہے، تاکہ وہ مخفی حقائق اور امراض کی صحیح تشخیص کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ ذرائع تشخیص و علاج میں طبی قیاس واستدلال کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ٹروٹر (Dr. Trotar) ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

> A branch of knowledge strictly limited to experiment and with out any kind of speculative edmixture tends in time to lose its inspiration and drifts into a dry and rigid orthodoxy. There can be little doubt that a strict reliance on experiment alone would in the long run have a deadening effect on scientific medicine.[7]

> وہ علم جو نہایت سختی کے ساتھ صرف تجربات تک محدود ہو اور جس میں قیاس واستدلال کی آمیزش نہ ہو، اُس پر ایک ایسا وقت آئے گا، جبکہ وہ اپنی آفاقی و وجدانی صلاحیتوں کو کھو بیٹھے گا۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ صرف تجربات پر اعتماد و انحصار کرنا ایک مدت کے بعد علم العلاج کے لیے زہر قاتل ثابت ہو گا۔

یہ الفاظ کسی روایتی حکیم یا طبیب یا کسی مشرقی معالج کے نہیں بلکہ ایک مغربی قائد علم العلاج ڈاکٹر ٹروٹر کے ہیں، اُنہوں نے یہ بات 1935ء میں کہی تھی۔ آج ان کی یہ پیشین گوئی ہمارے سامنے حرف بہ حرف صحیح ہے۔ بسا اوقات تجرباتی سائنس کی بنیاد پر جو فیصلے کیے جاتے ہیں حقیقت سے دور اور گمراہ کن ہوتے ہیں۔ لہٰذا طب اسلامی کا طریقہ تشخیص و علاج انسان کی اعلیٰ و وجدانی صلاحیتوں (Inspirations) اور تعقل وادراک (Perception and Comprehension) کی لطیف قوتوں کا حامل ہے۔

امراض متعدیہ اور طب یونانی

طب یونانی و اسلامی جس دور کی پیداوار ہے اُس دور میں خوردبین اور کیمیکلز نیز دیگر ذرائع تشخیص کا استعمال نہ تھا۔ لہٰذا اس دور

کے معالجین نے مطالعہ و مشاہدہ اور بستر مرض پر مریض کے معائنے کے توسط سے تشخیص مرض کی بنیادیں استوار کیں۔ اسباب مرض و علامات مرض میں تعلق ورابطہ قائم کیا اور دونوں کے باہمی ربط و تعلق کو سمجھنے کے لیے قیاس واستدلال کے منطقی اصول وضع کیے تاکہ خطاء فی الفکر سے محفوظ رہ سکیں۔ نبض کو اقطار ثلثہ میں تقسیم کرکے اس کی مختلف حرکات متعین کیں اور ان ضربات و حرکات کا انتساب قلب اور جسم کے داخلی تغیرات کی طرف کیا کیونکہ انسان کا جسم، آنکھیں اور چہرے اس کے حالات، اُس کے داخلی تغیرات اور باطنی کیفیات کی غمازی کرتے ہیں۔ اس لیے تشخیص مرض کے سلسلے میں منہ کی مختلف علامات بھی متعین کی گئیں۔ اسی طرح قارورہ، تھوک اور بلغم وغیرہ کے امتحانات کے عینی طریقے وضع کیے گئے اور اس طرح تشخیص کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے عقلی وفکری اور عینی ذرائع سے کام لیا گیا جس سے طب یونانی واسلامی کی اہمیت برقرار رہی اور اب تک یہ طریقہ علاج سادہ، سستا اور مقبول عام ہے اور ماہر اطباء اب بھی تشخیص وعلاج کے لیے کسی لیبارٹری کے محتاج نہیں ہیں۔ اُس دور میں خوردبین اور دیگر کیمیاوی و مشینی ذرائع تشخیص کی کمی ایک بہت بڑی کمی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم اطباء جراثیم کا تعین نہ کرسکے لیکن جراثیم کے وجود کو محسوس ضرور کیا لیکن خوردبین نہ ہونے کی وجہ سے جراثیم کی شکل وصورت نہ متعین کرسکے۔

امراض متعدیہ کے بارے میں یونانی اطباء اور قرون وسطیٰ کے اکثر مسلم اطباء کے ہاں کوئی شہادت نہیں ملتی۔[8] یہ کہنا بجانہ ہوگا کیونکہ طب قدیم میں متعدی اور وبائی امراض پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں متعدی امراض کو نہایت تفصیل سے ذکر کرکے اُس کی خطرناکیوں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور اطباء قدیم نے امراض متعدیہ کا باعث غیر مرئی اجسام غریبہ کی شمولیت کی وجہ سے مختلف اخلاط میں تعفن اور فساد کا پیدا ہونا بتایا ہے۔

قدیم اطباء کے نزدیک بھی امراض کی تقسیم میں مہلک امراض کا ذکر ملتا ہے۔ جس طرح ماہر طب بقراط نے اپنی کتاب الامراض الوافدہ میں امراض کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک تو فقط مرض واحد ہے اور دوسری مہلک اسے دوموتیں بھی کہتے ہیں۔[9] کتاب الاخلاط میں اخلاط کے متعفن ہونے سے مہلک امراض پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ اسقلیبیوس یوں کہتا ہے کہ سبب امراض وہ غیر طبعی ذرات ہیں جو باختلاف اشکال و تعداد نظام و حرکات جسم انسانی پر اثرانداز ہوتے ہیں۔[10] اور جسے لائق شفاء مرض ہو وہ تو علاج کرے مگر جس کا مرض مہلک ہو اس کی زندگی درازنہ ہوگی، یعنی وہ زندگی جو نہ مریض کے لیے مفید ہوتی ہے نہ دوسروں کے لیے یعنی ایسے شخص کا علاج ترک کردینا چاہیے۔[11]

ہرمس سوم نے "کتاب الحیوان ذوات السموم" میں مہلک ادویہ کے مزاج اور موذی حیوانات سے پھیلنے والی امراض کا ذکر کیا ہے[12] اسی طرح جالینوس نے "الي اغلوفن = في التاتي لشفاء الامراض " میں اسباب، علامات اور علاج تحریر کیے ہیں اور یونانی مصنف رومن الافسی نے طلب پر ساٹھ سے زائد کتب تحریر کیں اس میں کتاب فی العلل، کتاب المالیخولیا، کتاب فی علاج الحمیات، مقالہ فی قضاء حفظ الصحۃ ایسی کتابیں ہیں جن میں امراض متعدیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

چوتھی پانچویں صدی کے مصنف فیلغریوس نے انسانیت کی خدمت کرتے ہوئے اُس دور میں "مقالہ فی الیرقان" مقالہ فی عضۃ الکلاب (کتے کے کاٹے کی مرض اور علاج) تحریر کیے۔ اسی طرح عہد عباسی کے نامور طبیب یوحنا بن ماسویہ نے پچاس سے زائد کتب تحریر کیں (جس میں ترجمے اور تصانیف شامل ہیں) "کتاب فی الجذام" جذام کے موضوع پر ایسی تالیف ہے جس کی مثال نہیں ہے۔[13] تاریخ طب میں حنین بن الحق کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے 113 کتب تحریر کیں اور ان میں کتاب العلل والامراض، کتاب اغلوفن لشفاء الامراض، کتاب طبیعۃ الانسان، کتاب فی الحمیات، کتاب الاخلاط، مقالہ فی حفظ الصحت ایسی کتب ہیں جو ہر طرح کے

امراض و تداوی پر بحث کرتی ہیں اور قسطا بن لوقا بعلبکی کی کتب فی ایام البحران فی الامراض حارۃ، کتاب الاخلاط الاربعۃ وما تشرک فیہ، کتاب فی النوم والرؤیا، صفۃ الجدری، یعقوب بن اسحق الکندی کی کتاب فی علۃ الجذام، کتاب فی اقسام الحمیات اور ثابت بن قرۃ کا رسالہ فی الجدری والحصبۃ ایسی کتابیں ہیں جن میں امراض متعدیہ کے اسباب، علامات اور علاج کے ساتھ ساتھ اُن بخارات پر بھی بحث کی ہے جو خلائے بسیط کی اصلاح کرتے ہیں اور اُسے وبائی اثرات سے پاک کرنے میں مدو معاون ہوتے ہیں۔[14]

طب اسلامی میں امراض و تداوی

مسلم اطباء تداوی یعنی عفونت کے بارے میں کامل معلومات رکھتے تھے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ جراثیم کے ذریعے مرض کے منتقل ہونے (ایک شخص سے دوسرے تک) سے آگاہ تھے۔ ابو بکر محمد بن زکریا رازی (932-860ء) سے عربی طب کا دور کمال شروع ہوتا ہے۔ یہ باکمال مصنف قرون وسطیٰ میں ریزز (Rhzees) اور البیوبیٹر (Albubator) کے ناموں سے مشہور تھا۔ اور اسی نامور شخص نے یونانی اطباء بقراط اور جالینوس کے تخیل اور اصولوں کی اتباع کی۔[15]

ابو بکر محمد بن زکریا رازی کو بغداد کے عظیم الشان ہسپتال (بیمارستان) کا افسر الاطباء مقرر کیا گیا جس کی بنیاد اس کے مشورے سے رکھی گئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب رازی سے کہا گیا کہ وہ ہسپتال کی عمارت کے لیے کوئی موزوں تر مقام انتخاب کرے تو اُس نے شہر میں مختلف محلوں میں گوشت کے ٹکڑے لگانے کا حکم دیا۔ ہر روز صبح کے وقت ان کا معائنہ کیا جاتا۔ اطباء کی ایک جماعت ہر مقام پر جا کر گوشت کے ان ٹکڑوں کا معائنہ کرتی اور رنگ، بو، مزہ اور دیگر تبدیلیوں کو جانچ کر تحریر کر لیتے۔ تین دن تک مذکورہ ٹکڑوں کی باقاعدہ جانچ پڑتال کر کے حتمی رپورٹ مرتب کی گئی اور وہ مقام تعمیر بیمارستان (ہسپتال) کے لئے پسند کیا جہاں اُن گوشت کے ٹکڑوں میں تعفن اور فساد کی علامات تمام مقامات سے نسبتاً زیادہ دیر میں نمودار ہوئیں۔ اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسلم اطباء تجربات و مشاہدات کے بغیر کوئی نتیجہ اخذ نہ کرتے تھے۔ طب اسلامی کے اصول و ضوابط، مدلّل اور ناقابل تغیر حقائق پر مبنی ہیں جو فطری قوانین سے ہم آہنگ ہیں۔

رازی کی کثیر التعداد تالیفات میں سے جن کا یورپ میں بہت زیادہ خیر مقدم کیا گیا، اس کا مشہور ترین رسالہ کتاب الجدری والحصبۃ ہے جس کا اصل عربی متن لاطینی ترجمہ کے ساتھ سب سے پہلے 1568ء میں وینس (Venice) میں شائع ہوا۔ بعد میں لندن میں 1766ء میں اور گرین ہل (Green hill) نے انگریزی میں ترجمہ کیا جس کو سیڈنہام (Sydenham Society) کے زیر اہتمام 1848ء میں شائع کیا گیا[16] جس کا نام Atreatise on small pox and measles ہے۔ یہ مشہور عالم یادگار تالیف ہے جس کا ہر لفظ گلہائے معارف و معانی کا ایک گلدستہ رنگین، درحقیقت رسالہ الجدری والحصبہ دُنیا میں اپنے طرز کی سب سے پہلی تالیف ہے جس میں خسرہ اور چیچک کے علاج کے لیے ایسے اصول وضع کیے گئے ہیں کہ یورپ آج بھی ان پر سختی سے عمل پیرا ہو رہا ہے۔ گویا یہ نیوبرگر کے مطابق وبائی امراض کی تاریخ میں سب سے پہلی کتاب ہے۔[17] مشہور سائنس دان ایڈورڈ جینر (Edward Jenner) نے رازی کی کتب کا مطالعہ کیا تو اُس نے مرض چیچک کے بارے میں تحقیق شروع کی اور آخر کار 1794ء میں حفاظتی انجکشن (Vaccine) دریافت کیا[18] جو کہ طبی دنیا میں یادگار ہے۔ اسی طرح شیخ بو علی سینا (1037ء) کی نگاہ حقیقت شناس نے جراثیم اس وقت دیکھ لیے تھے جب خورد بین بھی ایجاد نہ ہوئی تھی۔ وہ اپنی گراں قدر تالیف "القانون فی الطب" میں امراض متعدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ومن الامراض امراض متعدیۃ مثل الجذام والجرب والجدری والحمی الوبائیۃ والقروح العفنۃ وخصوصاً اذا ضاقت المساکن وکذااذا کان الجاور في اسفل الریح ومثل الرمد و خصوصاً الی متأملہ بعینہ ومثل الضرس حتی ان تخیل الحامض یفعلہ ومثل السّل ومثل البرص[19]

امراض میں سے بعض امراض متعدیہ ہیں مثلاً جذام، جرب (خارش)، چیچک، حمیات وبائیہ، متعفن قروح، ان امراض متعدیہ کا عدوی اُس وقت خصوصاً ہوتا ہے جبکہ مساکن (آبادی) تنگ ہوں اور اسی طرح اُس وقت جبکہ شخص مجاور (دوسرا پڑوسی شخص) پست ترین ہوا میں ہو (یعنی ہوا ناقص اور دوسرے شخص کا مقام رہائش پست ہو) مرض معدی کی دوسری مثال رمد یعنی آشوب چشم ہے جو خاص طور پر اُس شخص کی آنکھ میں منتقل ہو جاتا ہے جو غور سے متاثرہ آنکھ کو دیکھے۔ حتیٰ کہ مرض ضرس (دانتوں کا مرض) بھی مرضِ معدی کی مثال ہے جس میں دانت کھٹے اور کند ہو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا مرضِ سل اور مرضِ برص (جلد پر سفید داغ) بھی امراض معدیہ میں سے ہیں۔

مصنف Rom Landau، ابن سینا کی بڑی مستند تالیف (جو کہ دس لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے) "القانون فی الطب" کا مطالعہ کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

> Ibn Sina was the first to state that bodily secretion is contaminated by foul foreign earthly bodies before getting the infection.[20]

ابن سیناوہ پہلے شخص تھے جنہوں نے بیان کیا کہ جسمانی رطوبت میں انفیکشن سے پہلے خبیث، خارجی اور زمینی اجزاء کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔

یہی بات طب اسلامی کے متعدد مؤرخین و محققین نے نقل کی ہے جن میں پروفیسر حکیم سید علی احمد نیر واسطی، سکالر محمد سعود اور ڈاکٹر ابراہیم بی سید قابل ذکر ہیں۔[21] ابوالحسن علی بن سہل ابنِ طبری نے بھی اپنی مایہ ناز تالیف "فردوس الحکمت" میں تغیر موسمیات، حیوانیات، علم تولید اور چند متعدی امراض کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے: "جذام" کا شمار متعدی امراض میں ہے۔ یہ مریض کے پاس رہنے سے تندرست شخص کو بھی ہو جاتا ہے، جس طرح خارش اور چیچک چھوت کی بیماریاں ہیں۔[22] اندلس کے مشہور طبیب لسان الدین ابن الخطیب نے علم الجراثیم کے میدان میں قابل ذکر تحقیقات کی اور مغربی سائنس دانوں سے بہت پہلے نظریہ جراثیم (Germ Theory) پیش کیا اور امراض کو دو اقسام میں تقسیم کیا:

- متعدی امراض
- غیر متعدی امراض

ابوالقاسم الزہراوی کے دور میں بغداد، غرناطہ، دمشق، اشبیلیہ وغیرہ میں مشہور طبی مدارس اور ہسپتالوں میں سرجری کی علمی اور عملی تعلیم دی جاتی تھی۔ اسلامی بیمارستان صحیح معنوں میں دار الشفاء بنے ہوئے تھے۔ بلا تخصیص مذہب امیر و غریب کا علاج توجہ کے ساتھ کیا جاتا تھا اور جہاں متعدی امراض کے مریضوں، عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ وارڈز بنائے گئے تھے۔[23]

مسلم حکمرانوں نے بھی وبائی امراض کی تحقیق، علاج اور روک تھام کے لیے خطیر رقوم خرچ کیں۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک اور منصور نے 88ھ بمطابق 707ء میں دمشق میں شفاء خانہ بنوایا، جس میں مریضانِ جذام کا علاج کیا جاتا تھا اور ان کے کھانے و قیام کا بہترین انتظام تھا اور اُن کو ہدایت کی گئی تھی کہ باہر آکر تندرستوں سے نہ ملیں۔ اس شفاء خانے کے لیے باقاعدہ اطباء مقرر کیے گئے تھے اور اس کا سنگ بنیاد ولید نے بنفس نفیس اپنے ہاتھوں سے رکھا تھا۔[24] اسی طرح جب مصر کی حکومت عنان احمد بن طولون کے ہاتھوں آئی تو اس نے 259ھ میں ایک شفاء خانہ قائم کیا جس پر ساٹھ ہزار دینار خرچ کیے اور حکم دیا کہ اس میں بلالحاظ امیر و غریب مریضوں کی طبی خدمت انجام دی جائے۔ اس شفاء خانہ میں علاج کا دستور یہ تھا کہ مریض کے اپنے کپڑے اُتروا کر اس کو ہسپتال کے کپڑے اور بستر دیا جاتا، صبح و شام اطباء و جراح مریضوں کا معائنہ کرتے اور احمد بن طولون خود معائنہ کے لیے آتا تھا۔[25]

عضد الدولہ کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک پہنچنے والا دار الشفاء (371 المطابق 981ء) دجلہ کے کنارے واقع تھا جس میں نہایت ہمدردی کے ساتھ اور بلا قیمت دوا اور غذا دی جاتی تھی۔ تمام ضروریات کے لیے پانی دجلہ سے (نلکوں کے ذریعہ) آتا اور پیچیدہ امراض کی تشخیص و علاج کیا جاتا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں جامع کتب معالجات خصوصاً طاعون، برص، جذام، کلب الکلب، نفث الدم، معالجہ بذریعہ غذا و آب و ہوا، اغذیہ المرضی قانون کامل الصناعۃ اور شرح اسباب، ہیضہ اور دیگر امراض وبائیہ پر نہایت بیش قیمت کتب تحریر کی گئی ہیں جس میں اُن کے حفظ ماتقدم، اسباب اور طریقہ ہائے علاج پر سیر حاصل بحث کی گئی اور ذرائع علاج مرتب کیے گئے ہیں۔ امراض وبائیہ اور تعدیہ امراض کے سلسلے میں ہوا کی مسموم کیفیت اور فضائے ہوائی کی مہلک حالت پر نہایت گراں قدر معلومات سپردِ قلم کی گئی ہیں، چنانچہ عبد اللہ تمیمی نے کتاب مادہ البقاء باصلاح فساد الھوا لکھی اور یعقوب بن اطلق کندی نے اُن بخارات پر ایک رسالہ لکھا جو خلائے بسیط کی اصلاح کرتے ہیں اور اُسے وبائی اثرات سے پاک کرنے میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔[26]

طب یونانی و اسلامی کے نزدیک متعدی امراض کے جراثیم مریض کے کپڑوں، اُس کے کھانے پینے کے برتنوں، قریب رہنے سے بھی تندرست انسان تک پہنچ جاتے ہیں اور جو مرض میں مبتلا شخص سے دُور رہتے ہیں یا حفظ ماتقدم علاج کرتے ہیں وہ اس مرض سے بالکل محفوظ رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا مفاہیم کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ طب قدیم اس لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس طریقہ تشخیص و علاج میں تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ساتھ قیاس و استدلال سے کام لیا جاتا ہے اور اطباء قدیم نے امراض متعدیہ وبائیہ کا باعث غیر مرئی اجسام غریبہ کی شمولیت کی وجہ سے مختلف اخلاط میں تعفن اور فساد کا پیدا ہونا بتایا ہے کہ جس سے مختلف قسم کی امراض پیدا ہوتے ہیں۔

حاصل بحث

طب اسلامی کے سکالرز اور ماہرین طب نے تعدیہ کے وجود کو تجربات و ادراک کی شہادت اور قابل قدر و اعتماد تصانیف سے ثابت کیا ہے۔ چونکہ اُس وقت جدید تشخیصی آلات میسر نہ تھے لیکن پھر بھی طب یونانی و اسلامی نے ایسے اصول و ضوابط، جو نا قابل تغیر ہیں پیش کیے ہیں جن کی صداقت آج تک مسلّم ہے۔ طب یونانی و اسلامی میں ماہر طب بقراط، حکیم جالینوس، ابن زکریا رازی اور بو علی سینا کی طبی خدمات خصوصاً امراض متعدیہ کے علاج کے سلسلہ میں تالیفات رسالہ الجدری والحصبہ، کتاب الاخلاط، القانون فی الطب، کتاب فی علۃ الجذام اور کتاب فی اقسام الحمیات قابلِ ذکر ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1 Jabin F. **A guiding tool in Unani Tibb for maintenance and preservation of health: a review study.** A*fr J Tradit Complement Altern Med*. 2011 8 (5):140-3.

2 محمد ایوب صدیقی، پروفیسر، **تاریخ طب**، (نئی دہلی: مکتبہ ملیہ، سن ندارد)، ص 3۔

3 غلام جیلانی حکیم، **تاریخ الاطباء**، (لاہور: طبی کتب خانہ، 1913ء)، ص 13۔

4 www.gumc-in/unani.aspx, Accessed on: 15 Mar 2013.

5 www.gume-in/unani.aspx, Accessed on: 16 Mar 2013.

6 ابن ابی اصیبعہ، **عیون الانباء فی طبقات الاطباء**، (مترجم) (لاہور: سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، 1990ء)، 1/ 78۔

7 Trotar, Dr. (1935), **Science and the unseen world**, London: G. Allen and Unwin Ltd, P.24-

8 طفیل محمد ہاشمی، ڈاکٹر، **مسلمانوں کے سائنسی کارنامے**، (لاہور: اُسامہ پبلی کیشنز 1988ء)، ص 107۔

9 ابن ابی اصیبعہ، **عیون الانباء فی طبقات الاطباء**، 1/81۔

10 ایڈورڈ جی براؤن، **طب العرب**، مترجم: حکیم نیر واسطی، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامی، 1990ء)، ص517۔

11 ابن ابی اصیبعہ، **عیون الانباء فی طبقات الاطباء**، 1/18۔

12 ایضاً۔

13 سید محمد حسان نگرامی، حکیم، **تاریخ طب**، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1989ء)، ص127۔

14 ایڈورڈ جی براؤن، **طب العرب**، ص504۔

15 ایضاً، ص52۔

16 ایضاً، ص311۔

17 ایضاً، ص54۔

18 غلام حیدر خان نیازی، ڈاکٹر، **امراض متعدیہ**، (نئی دہلی: اعجاز پبلشنگ ہاؤس، 1990ء)، ص10۔

19 ابن سینا، ابو علی الحسین، **القانون فی الطب**، (کانپور: مطبع منشی نول کشور، سن ندارد)، ص157۔

20 Landau, R., **Islam and the Arabs**, (London: Routledg, 2013), P.178.

21 Wasti, N., **Muslim Contribution to Medicine in Muslim Contribution to Science**, Edited By: M. R. Mirza & M. Iqbal Siddiqi, (Lahore: Kazai Publications, 1986), P.193;
Saud, M. Dr., **Islam and Evolution of Science,** (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986), P.193.

22 الطبری، علی بن سہل، **فردوس الحکمت**، مترجم: حکیم رشید اشرف ندوی، (اسلام آباد: قومی طبی کونسل، 1981ء)، ص824۔

23 ایڈورڈ جی براؤن، **طب العرب**، ص392۔

24 ایضاً، ص444۔

25 ایضاً، ص442۔

26 ایضاً، ص470۔